Fikr-o-Nasar (Islamabad) 3:7-8 (1966)
© rasailojaraid.com

انتخاب

دنیائے اسلام میں عقلی اور اعتقادی فکر و نظر کے درمیان تصادم

اسلام اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے

قاہرہ (بذریعہ ڈاک)

قاہرہ کے ایک ممتاز جریدہ " ایجپشین اکنامک اینڈ پولیٹکل ریویو " نے اپنی ایک حالیہ اشاعت میں عقلی اور اعتقادی فکر و نظر کے درمیان تصادم کی روشنی میں دنیائے اسلام کی موجودہ حالت پر تبصرہ کیا ہے -

اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان مدبر کو یہ اہم حقیقت یاد رکھنی چاہئیے کہ اسلامی معنوں میں یکجہتی مسلم اقوام تک محدود نہیں رکھی جاسکتی اور نہ رکھی جانی چاہئیے۔ وحدت خداوندی میں جو قطعی وحدت موجود ہے، اس منزل تک پہنچنے کے لئے یکجہتی ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ یکجہتی کے دائرہ میں بالآخر تمام بنی نوع انسان شامل ہونے چاہئیں ۔ ہم کائنات کا ایک حصہ ہیں اور ہم ان نظریات اور بنیادی تصورات کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے جن کی اعلیٰ ترین صورت ذات الٰہی میں موجود ہے، اپنے اصولوں اور روحانی ارتقاء کے متعلق اپنے علم و فہم کے پابند ہیں - کسی ایسی مذہبی یا نسلی وحدت میں جس میں دوسرے شامل نہ ہوں

(۱) " پریس انفرمیشن ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف پاکستان کا ہینڈ آؤٹ " - مورخہ ۹- مارچ سنہ ۱۹۶۱ء - یہ شاید صدر مملکت محمد ایوب خان کی کسی تقریر پر مصری جریدہ " ایجپشین اکنامک اینڈ پولیٹکل ریویو " کا تبصرہ ہے (مدیر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود کو مستقل طور پر مقید رکھنے کی کوشش سے کسی نہ کسی صورت میں امتیاز پیدا ہوگا جو نہ صرف روحانی مقاصد کے مطالب کے منافی ہوگا بلکہ مذہب اسلام کے بنیادی اصولوں کے بھی خلاف ہوگا۔

یہ کوئی اتفاق نہیں ہے کہ اسلامی تاریخ میں بعض عظیم ترین اندرونی تنازعات روشن خیالی یا تنگ نظر اعتقادی نظریہ کے مسئلہ پر پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارے ماضی پر اس ظلم و جور کا تاریک سایہ موجود ہے جو الماموں کے دورحکومت کے بعد اس زمانہ میں ہوا جب المتوکل نے روشن دماغ فلسفیوں کو کچل کر حنبلیوں اور ان کے جانشینوں کی کٹر اور غیر استدلالی تعلیمات کی حمایت کی۔

اعتقادی مدرسہ فکر اور روشن خیال مدرسہ فکر کے درمیان تاریخ اسلام کے تمام ادوار میں تصادم ہوتا رہا ہے اور آج نوزائیدہ مسلم اقوام کی ترقی کے معاملہ میں یہ تصادم ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

دنیائے اسلام کو جس اختلاف نے منقسم کر رہا ہے وہ مذہب کے ماننے والوں اور دہریوں کے درمیان اختلاف نہیں ہے بلکہ قرون وسطی میں مرتب کردہ شریعت پر سختی سے عمل کرنے کی کوشش کرنے والوں اور ان لوگوں کے درمیان ہے جو جدید اصلاح و تجربہ پر مبنی روشن خیال اور استدلالی طریقہ کار پر یقین رکھتے ہیں۔ ایک اور وجہ جو بظاہر کمتر ہے لیکن بنیادی اہمیت رکھتی ہے وہ واضح فرق ہے جو تبلیغی کام کرنے والے مسلمانوں اور ان مسلمانوں کے درمیان پایا جاتا ہے، جو تبلیغی کاموں کو پسند نہیں کرتے۔

ان حالات پر جن عناصر کا گہرا اثر پڑتا ہے، وہ لسانی مسائل پر اور مختلف معاشروں میں پائے جانے والے علم و روشن خیالی پر مبنی ہیں۔ جن ملکوں میں عربی زبان سے لوگ واقف نہیں ہیں اکثر و بیشتر جاہل صوفیوں اور ملاؤں کے گروہ کو فروغ حاصل ہوا ہے اور اس نے مسلمانوں کو گمراہ کیا ہے جو عربی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان لا تعداد کتابوں اور تشریحوں سے استفادہ نہیں کرسکے جو اس زبان میں موجود ہیں۔ یہ قدرتی امر ہے کہ یہاں ملائیت کے خلاف سخت نفرت کی لہر پھیل گئی ہے۔ اگرچہ صوفیوں کے کئی سلسلے اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی حقیقی صوفیانہ ترجمانی کرتے ہیں تاہم ان ملاؤں کی تعداد کہیں زیادہ ہے جو نہ صرف فطرت انسانی کے منافی تبلیغی طریقے اختیار کرتے ہیں بلکہ مذہب کو بھی قطعاً غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اکثر اسلام کو ان ہی ملاؤں سے منسلک کیا گیا ہے اور بیشتر طور پر مذہب کے عظیم روشن خیال مفکرین کو نظر انداز اور فراموش کیا گیا ہے۔

بنیادی اسلامی فکر میں جبری تبلیغی عنصر کی عدم موجودگی اس نظریہ کا ایک ایسا پہلو ہے جس کا پورا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ اسلام کا تقاضہ ہے کہ پورے غور و فکر اور آزادانہ انتخاب کے ذریعہ استدلالی طور پر تبدیل مذہب کیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو اس امر کی اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے نظریات کو دوسروں پر نافذ کرنے یا جبریہ پھیلانے کی کوشش کریں۔

اس قسم کے تبلیغی کام کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام نے ان لوگوں کی عزت و حفاظت کرنے کی تلقین کی ہے جو بت پرست نہیں ہیں اور جو رسول اللہ کے زمانہ میں عربوں کے لئے یہودی اور عیسائی تھے۔ یہ اس رواداری کی ایک زرین مثال ہے جس پر اسلام نے قرآن مجید کی ہر سورۃ کی ابتداء میں زور دیا ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں شامل کرنا مسلمان اچھا نہ سمجھیں لیکن یہ تبدیلی مذہب مخلصانہ اور نیک نیتی کے ساتھہ ہونی چاہئے۔ بہر صورت نیک نیتی پر کوئی شبہ نہیں کیا جاتا اور یہ معاملہ فرد کی نیت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے تعلق پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ مسلم معاشروں میں جس آسانی کے ساتھ تبدیلی مذہب کو بظاہر قبول کرلیا جاتا ہے اس کی وجہ کوئی غیر سنجیدہ رویہ یا اپنی تعداد میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کے لئے کوئی سیاسی یا فوجی خواہش نہیں ہے۔ درحقیقت یہ اس بنیادی اصول کا اظہار ہے جس کا تقاضا ہے کہ انسان اور اس کے رب کے درمیان تعلقات میں کسی تیسرے کو دخل نہ دینا چاہئے۔

جہاں تک غیر اسلامی دنیا کے متعلق مسلمانوں کے رویہ کا تعلق ہے اس سوال کی وضاحت کی بھی ضرورت ہے۔ اگر ہم اسلام کو اس کے وسیع تر معنوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں ایک ایسی مملکت کی حیثیت سے دیکھیں جو عالمی روحانی اصولوں پر مبنی ضابطہ قانون کی پابندی کرتی ہے تو یہ مناسب بلکہ ضروری ہے کہ ایسا عالمی معاشرہ موجود ہو جس کا تعلق اس نظام سے ہو۔

اگر یہ بنیادی اصول تسلیم کرلیا جائے کہ ہر انسانی معاشرہ میں حالات بدلتے رہتے ہیں تو یہ بالکل فطری بات ہے کہ اس قسم کی تبدیلی بہتری کے لئے ہونی چاہئے۔ چونکہ روحانی اصولوں پر مبنی ضابطہ قانون قبول عام کے قریب ترین ہے اس لئے اس طرز کا معاشرہ بنیادی ضرورت پوری کرتا ہے کیونکہ اس میں سب سے زیادہ افراد شامل ہوں گے۔

تاہم ان خواہشات میں کوئی اسلامی خصوصیت نہیں ہے البتہ اسلام جو ناقابل فہم غیر استدلالی نظریات کے بارے سے بچا ہوا ہے ہمیں اس وضاحت کے ساتھ راستہ دکھاتا ہے، جو متعدد دیگر مذہبی تعلیمات میں مفقود ہے۔

ان حالات میں ایک عام مسلمان میں تبلیغی کام کرنے کی فطری خواہش موجود ہوتی ہے اور جوش و خروش میں جو اقوام مشرق میں اکثر پایا جاتا ہے نیز جنگ کی افراتفری میں بعض اوقات ضرورت سے زیادہ جوشیلے فوجی کمانڈر تبدیلی مذہب نافذ کرتے ہیں۔ تاہم عیسائیوں کا یہ الزام کہ " اسلام تلوار کے زور سے پھیلا "۔ حقیقی تاریخ سے غلط قرار پاتا ہے۔ دراصل یہ الزام بازنطینی اور یورپی صلیبی جنگ کے پروپگنڈہ کا نتیجہ ہے جس کے ذریعہ بیت المقدس میں جنگ کو حق بجانب ٹھہرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ درحقیقت اگر دیکھا جائے کہ مفتوحین کے ساتھ مسلمان کمانڈروں کے اعلیٰ سلوک نیز گرفتارشدہ بادشاہوں اور صلیبی جنگوں کے سپاہیوں کے ساتھ مسلمانوں کے حسن اخلاق اور ان ظلموں اور زیادتیوں میں کتنا بڑا فرق ہے جو صلیبی جنگ میں حصہ لینے والے عیسائیوں نے اکثر و بیشتر خود اپنے ہم مذہبوں پر بھی کئے ہیں۔

صدر ایوب خان اور ڈاکٹر اقبال دونوں نے موجودہ زمانہ میں اسلامی معاشرہ کی حالت پر فکر و تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اس فکر و تشویش میں تمام روشن خیال مسلمان شریک ہیں کیونکہ فی زمانہ ان کے سامنے مسئلہ غیر مسلموں میں اسلام پھیلانے کی ضرورت کا نہیں ہے بلکہ ان نئی نسلوں کے مسلمانوں کے اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی حفاظت کرنے کی ضرورت کا ہے جو سائنسی و مادی ترقی کی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں ۔

موجودہ دور چیلنج کا دور ہے جس میں انسان نے اپنی منطق اور اپنے استدلال سے علم کے میدان میں ناقابل یقین حد تک ترقی کی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ علم تجزیہ میں بھی ترقی ہوئی ہے جو فرسودہ اور اکثر اعتقادات کا سخت دشمن ہے۔ ہماری نئی نسلیں اس ترقی سے علحدہ نہیں رکھی جاسکتیں اور جیسے جیسے ان کا علم ذہن کو سائنسی تحقیق کی تربیت دے گا، فرسودہ غیر استدلالی اعتقادات کو روز بروز چیلنج کیا جائے گا۔ اگر اسلام اس چیلنج کا کامیابی سے مقابلہ نہ کرسکا تو اس کے بڑے تباہ کن نتائج رونما ہوں گے ۔ صرف دینیات ہی یا مادی معاملات کو روحانی معاملات سے علحدہ رکھنا ہی اس چیلنج کا نہیں ہے۔ اس چیلنج کا براہ راست مقابلہ کرنا پڑے گا ۔ اسلام کو دیگر نظریات ۔ اشتراکیت ۔ مادیت اور مختلف دیگر موجودہ سیاسی ۔ معاشرتی اور مذہبی نظریات کے دلائل کا جواب دینا پڑے گا۔ اگر اسلام اس میں ناکامیاب رہا تو وہ صفحہ ہستی سے نابود ہوکر ان مذاہب میں شامل ہوجائے گا جو فنا ہوچکے ہیں ۔ لیکن اسلام اس میں ناکامیاب نہیں رہ سکتا کیونکہ اس میں موجودہ فکر و نظر کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ اس کی تعلیمات میں جو کمزوریاں اور خامیاں بظاہر نظر آئیں، وہ بنیادی احکام کی تشریح میں انسانی کمزوری اور خامی کا نتیجہ ہیں اور اکثر و بیشتر غیر روشن خیال افراد کی جہالت اور عصبیت کی وجہ سے ہیں ۔ ایسی دنیا میں جہاں آزادانہ تبصرہ اور استدلال کا دور دورہ ہے اس مذہبی جنون اور عصبیت کے لئے کوئی گنجائش اور کوئی جواز نہیں ہے جو کٹر اعتقاد پرستی کی بنا پر دماغ کی راہیں بند کرنے کا نتیجہ ہے ۔

بنیادی طور پر غور طلب امر غالباً یہ ہے کہ ہم آیا قرآن مجید کے عظیم ترین شارحین تک کی بتائی ہوئی باتوں پر اعتراض کرنے کو اور وہ استدلال اختیار کرنے کو تیار ہیں جو مذہب سے لازماً قریب تر ہے اور جس کی اعلیٰ ترین صورت خود ذات الٰہی میں نمایاں ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ تنقیدی تجزیہ اور علم کی دیانت دارانہ تلاش کی منزل سے گذرنا چاہئے نہ کہ ان طریقوں پر غیر استدلالی اصرار کی منزل سے جو ہم سے بہت پہلے کے زمانہ میں دوسرے لوگوں نے تیار کئے تھے۔ سائنس یا مابعد الطبیعیاتی شعبہ میں حصول علم کو مسلمان اپنی روحانی تعلیم کا ایک طریقہ سمجھتا ہے۔ اس قسم کے حصول علم کا تقاضا ہے کہ انسانوں کو نسل و مذہب کے کسی امتیاز یا کسی فرق کے بغیر ایک دوسرے کا شریک کار ہونے اور ذہنی ترقی کے لئے تمام ضروری معاملات پر آزادی اور استدلال سے غور کرنے کی اجازت دی جائے لہٰذا یہ امر ناقابل فہم ہے کہ اسلام غیر استدلالی رویہ کے ذریعہ ذہنی دلائل کا چیلنج قبول کرنے سے انکار کرکے انسانی ترقی میں ممد و معاون بننے میں ناکام رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ اور دیگر طریقوں سے ہماری مدد کی ہے لیکن غالباً انسان کو اس نے عقل و استدلال کی صورت میں عظیم ترین نعمت عطا فرمائی ہے۔ عقل ہی انسان کی وہ صفت ہے جو اسے خدا سے سب سے زیادہ قریب کرتی ہے۔ یہی وہ پیغام ہے جس پر بعض عظیم ترین مفکرین اسلام نے زور دیا ہے۔ ابن ماجہ، ابن رشد اور دیگر متعدد مفکرین نے علم کی عظمت پر خاص طور سے زور دیا ہے۔ اول الذکر نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ''عقل کی بنا پر جو انسان کی مخصوص صفت ہے ہم اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں''۔ ابن رشد کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہنچاننے کے ذریعہ کے طور پر حصول علم سے کسی کو روکنا احمقانہ فعل ہے کیونکہ اس فعل سے اللہ تعالیٰ سے دوری ہوتی ہے۔ غالباً ترقی اور سائنسی علم کے حصول کی اس مشترکہ کوشش ہی میں انسان کی حقیقی یکجہتی معلوم کی جاسکتی ہے۔ جب انسان قوانین قدرت کے مطابق کام کر رہا ہو تو متضاد جوابات یا غیر استدلالی نظریات کی گنجائش نہیں رہتی۔ سائنس دانوں میں علماءِ دین سے کہیں کم اختلافات ہوئے ہیں کیونکہ انہیں تنقیدی تجزیہ پر مبنی علم کی قدر و قیمت کا زیادہ احساس ہوتا ہے۔ واضح اور بین نتائج کی تلاش میں غیر استدلالی نظریات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام عقل و استدلال کا ساتھ دیتا ہے۔ غیر معقول غیر استدلالی نظریات کا مخالف ہے اور انسانی ترقی کی جدوجہد میں بطور عقیدہ پیش پیش ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجودہ دور میں جب کہ آئے دن نئی سائنسی ایجادیں منظر عام پر آرہی ہیں، مذہبی زاویہ سے فکر و نظر ضروری ہے اور اس سلسلہ میں مسلمان واضح طور پر دعوی کرتا ہے کہ وہ ایک ایسے نظریہ کی نمائندگی کرتا ہے جو غیراستدلالی نظریات مثلاً اشتراکیت اور مختلف صورتوں میں یورپی اشتمالیت سے کہیں زیادہ ایٹمی دورکی انسانی ضروریات پوری کرسکتا ہے۔یہ بڑا المناک واقعہ ہوگا اگرہم اپنے سیاسی قائدین کی لا علمی۔ عدم صلاحیت یا تساھلی کی وجہ سے اپنی نئی نسلوں کو ان حقائق سے واقف نہ کراسکے۔ اور انہیں مخالفانہ نظریات کا حامی بننے کی اجازت دے دی۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر ہمارے ملکوں کے رہنما ایک دوسرے کے ساتھ ہیں یعنی اپنے نوجوانوں کو ایسی تعلیم دینے کا مسئلہ جس سے وہ اپنے مذہب پر گہرا اعتقاد رکھتے ہوئے اور اپنے معاشرہ کی بنیادی روایات کی مدد سے مستقبل کی آزمائشوں کا سامنا کر سکیں۔ ایسے کام میں پاکستان اور متحدہ عرب جمہوریہ کے باشندوں کو صدر محمد ایوب خان اور صدر ناصر جیسے اعلیٰ رہنماؤں پر پورا اعتماد ہے۔

© rasailojaraid.com